DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950
دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

حوالہ نمبر: 39/ 7063	فتویٰ نمبر: 64461/58	سائل: صفی اللہ صفدر	مجیب: محمد نعمان خالد
مفتی: محمد حسین خلیل خیل	مفتی: سید عابد شاہ	مفتی: مفتی محمد	مفتی:
کتاب: زکوۃ کا بیان	باب: زکوۃ کے مصارف کا بیان		تاریخ: 17-10-2018

سادات کو زکوۃ نہ دینے سے متعلق تفصیلی فتوی

دینِ اسلام، سراسر رحم اور ایک آسان دین ہے، اس میں جہاں اور بہت سی آسانیاں ہیں وہاں ایک آسانی یہ بھی ہے کہ جس مسئلہ میں امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے علما کا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اس میں گنجائش اور آسانی پیدا ہو جاتی ہے جسے رحمت قرار دیا گیا ہے۔

دیگر بعض اختلافی مسائل کی طرح ایک مسئلہ بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کا بھی ہے، ظاہر الروایت کے مطابق اور جمہور حضرات کے نزدیک مفتی بہ اگرچہ یہی ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام سے ایک روایت کے مطابق جواز بھی منقول ہے۔

قرونِ اولیٰ کے اندر بنو ہاشم کے لیے بیت المال میں ایک مستقل مد ہوتا تھا جس سے ان کا تعاون کیا جاتا تھا اور زکوۃ جسے لوگوں کے مال کا میل کچیل کہا گیا ہے ان کی شان کے خلاف سمجھی جاتی تھی، لیکن فی زمانا چونکہ ان کے لیے کوئی ایسا مستقل مد نہیں ہے اور نہ ہی حکومت یا عوام کی طرف سے ان کے تعاون کے لیے کوئی مستقل ترتیب ہے اور ظاہر ہے کہ ان میں بھی نادار و غریب بھی ہوتے ہیں جو کہ بعض اوقات بھوک مٹانے کے لیے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو کہ بہت ذلت ورسوائی والی بات ہے، تو ان حالات میں اگر "اختلاف العلماء رحمة" سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس دوسری روایت کے مطابق ان کو زکوۃ دینے کے بارے میں سوچا جائے تو شاید مزاجِ شریعت اور مقصودِ نص کے مخالف نہ ہوگا۔ آنے والی سطور میں اسی بات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ظاہر الروایت کے مطابق بنو ہاشم کے فقراء کو زکوۃ دینا درست نہیں جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مفتیٰ بہ قول بھی یہی ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام سے ایک روایت میں مطلقاً جواز بھی منقول ہے خواہ نفلی صدقات ہوں یا واجبی ہر صورت میں بنو ہاشم کے فقرا کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ بطورِ مثال چند عبارات نقل کی جاتی ہیں:

وعن الامام لا بأس فی صرف الکل الیھم وعنه جواز دفع الزکوۃ الیھم۔ (مجمع الانھر ۱/ ۳۳۱)

شرح معانی الآثار میں ہے:

عن ابن عباس قال قدمت عیر المدینة فاشتری منه النبی ﷺ متاعاً فباعه بربح اواقی فضة، فتصدق بھا علی ارامل بنی عبد المطلب ثم قال لا اعود ان اشتری بعدھا شیئاً ولیس ثمنه عندی

قال ابو جعفر فذھب قوم الی ھذا الحدیث واباحوا الصدقه علی بنی ھاشم

نخب الافکار میں اس کے ذیل میں تفصیل اس طرح ہے:

اراد بالقوم ھؤلاء طائفة من المالکیة وابا حنیفة فی روایة وبعض الشافعیة

DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950

دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

☆ فانهم اباحوا الصدقة على بنى هاشم، واحتجوا فى ذلك بالحديث المذكور۔

(نخب الافکار ۷/ ۴۸۲)

من لا تعطى لهم الزكوة ----- الخامس الى بنى هاشم فى قول ابى يوسف ومحمد وابى عبدالله ويجوز فى قول ابى حنيفة۔

(النتف فی الفتاویٰ ۱۲۹)

اور امام صاحب سے ایک روایت اس طرح منقول ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

☆ وعن ابى حنيفة جواز دفع الهاشمى زكاته للهاشمى

(شرح الوقایۃ ۱/ ۱۶۶، فتح القدیر، تبیین الحقائق وغیرہ)

اور یہی ایک روایت ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، بلکہ بعض فقہائے کرام کے عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

بنایہ میں ہے:

☆ وروى ابن سماعة عن ابى يوسف انه قال لا بأس بصدقة بنى هاشم على بعض۔ (بنایہ ۳/ ۴۷۱)

☆ وجوز ابو يوسف دفع بعضهم لبعض وهو رواية عن الامام۔ (حاشیۃ الطحطاوی ۱/ ۴۷۱، النہر الفائق)

☆ وقال ابو يوسف يجوز۔ (الجوھرۃ النیرۃ)

جبکہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے ایک ایک روایت یہ ہے کہ بنوہاشم پر زکوٰۃ اس وقت حرام ہے جب ان کو خمس سے حصہ دیا جاتا ہو اگر خمس سے حصہ نہیں ملتا تو پھر ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

خمس نہ ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے جواز کی روایات

وقد اختلف عن ابى حنيفة فى ذلك فروى عنه انه قال لا بأس بالصدقات كلها على بنى هاشم وذهب فى ذلك عندنا الى ان الصدقات انما كانت حرمت عليهم من اجل ما جعل لهم فى الخمس من سهم ذوى القربىٰ فلما انقطع ذلك عنهم ورجع الى غيرهم بموت رسول الله ﷺ حل لهم بذلك ما قد كان محرما عليهم من اجل ما قد كان احل لهم (شرح معانی الآثار ۲/ ۱۰)

☆ وروى ابو عصمة عن ابى حنيفة انه يجوز فى هذا الزمان وان كان ممتنعا فى ذلك الزمان۔

(فتح القدیر ۲/ ۲۷۲، عمدۃ القاری ۹/ ۱۱۷)

وفى الآثار لمحمد وعن الامام روايتان قال محمد وبالجواز ناخذ لان الحرمة مخصوصة بزمانه ﷺ۔

(فقہ الزکاۃ لدکتور یوسف القرضاوی بحوالہ مجمع الانہر ۱/ ۳۳۱)

وقد نقل الطبرى الجواز عن ابى حنيفة وقيل عنه تجوز لهم اذا حرموا سهم ذوى القربىٰ حكاه الطحطاوى

(فقہ الزکاۃ، فتح الباری، الکنز المتواری)

☆ امام طحاوی نے بھی "عن محمد عن ابی یوسف" کے طریق سے ایک روایت یہی نقل کی ہے (کہ بیت المال کا خمس ختم ہونے کے بعد بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے)۔ (درس ترمذی ۲/ ۴۰۷ مفتی تقی عثمانی صاحب)

وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی حنیفة ایضاً جوازه۔

(فیض الباری ۳/ ۵۲)

وعنه (الامام) الجواز فی زماننا مطلقا قال الطحطاوی وبه ناخذ واقره القهستانی وغیره

(در المنتقی شرح ملتقی)

خمس نہ ہونے کی صورت میں امام ابو یوسف سے جواز کی روایات

وعن ابی یوسف والاصطخری والقاضی یعقوب وابی البقاء من الحنابلة

ان منعوا الخمس اخذوا الزکاة ---- وعنهم تحل لهم کلها فرضها ونفلها۔

(نخب الافکار: ۷/ ۲۸۲)

ونقل الطحاوی عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکاة الی آل النبی ﷺ عند

فقدان الخمس، فان فی الخمس حقهم فاذا لم یوجد صح صرفها الیهم۔

(فیض الباری: ۳/ ۱۵۷)

خمس نہ ہونے کی صورت میں امام محمد سے جواز کی روایت

وفی الآثار لمحمد وعن الامام روایتان قال محمد وبالجواز ناخذ لان الحرمة مخصوصة بزمانه ﷺ۔

(فقہ الزکاۃ لدکتور یوسف القرضاوی بحوالہ مجمع الانہر ۱/ ۳۳۱)

ائمہ ثلاثہ کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی حرمت کی علت ان کو خمس میں سے مال دینا ہے جب ان کو خمس میں سے نہیں دیا جاتا تو اس قول کے مطابق ان کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے بعد بھی فقہائے کرام سے بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی ممانعت کی علت یہی معلوم ہوتی ہے:

صاحب ھدایہ ایک غریب حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں:

قال علیه السلام یا معشر بنی هاشم ان الله تعالی کره لکم

غسالة الناس واوساخهم وعوضکم منها بخمس الخمس

صاحب ھدایہ اس کے بعد لکھتے ہیں:

والعوض انما یثبت فی حق من یثبت حقه فی المعوض وهم الفقراء۔

(ھدایہ ۲/ ۵۶۲)

اس کے علاوہ بنایہ، عنایہ، المحیط البرہانی، کفایہ وغیرہ میں بھی اس طرح کا استدلال کیا گیا ہے:

DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

☆ قال الطحاوی وعن ابی حنیفة ان الصدقات کلها جائزة علی بنی هاشم والحرمة کانت فی عهده ﷺ لوصول خمس الخمس الیهم فلما سقط ذلك بموته ﷺ حلت لهم الصدقة۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قلت واخذ الزکاة عندی اسهل من السوال فافتی به ایضاً، وفی "عقد الجید" ان الرازی ایضا افتی بجوازه

(فیض الباری ۳/ ۱۵۷)

بنوہاشم کے لیے ممانعت زکوۃ کی علت

بنوہاشم کے لیے زکوۃ کی حرمت کی یہی علت صرف ائمۂ احناف سے ہی نہیں، بلکہ بعض دوسرے فقہائے کرام سے بھی منقول ہے۔ چند عبارات درج کی جاتی ہیں:

☆ وقال الشافعی لا تحل الصدقة لبنی المطلب لان النبی ﷺ اعطاهم من سهم ذوی القربی واشرکهم فیه مع بنی هاشم ---- وتلك العطیة عوض عوضوه بدلا عما حرموه من الصدقة (نخب الافکار: ۷/ ۴۸۵)

☆ ومذهب الشافعیة والقول غیر المشهور عند المالکیة واحدی الروایتین عن الحنابلة انه لیس لبنی المطلب الاخذ من الزکاة ---- ولانهم یستحقون من خمس الخمس فلم یکن لهم الاخذ کبنی هاشم وقد اکد ذلك ما روی ان النبی ﷺ علل منعهم الصدقة باستغنائهم عنها بخمس الخمس فقال ﷺ الیس فی خمس الخمس ما یغنیکم ---- والمشهور عند المالکیة ان محل عدم اعطاء بنی هاشم من الزکاة اذا اعطوا ما یستحقونه من بیت المال فان لم یعطوا وأضر بهم الفقراء أعطوا منها وإعطاءهم حینئذ افضل من إعطاء غیرهم (الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۱/ ۱۰۲)

☆ وقال ابو سعید الاسطخری من الشافعیة ان منعوا حقهم من الخمس جاز الدفع الیهم لانهم انما حرموا الزکاة لحقهم فی خمس الخمس فاذا منعوا الخمس وجب ان یدفع الیهم وذکر النووی عن الرافعی ان محمد بن یحی صاحب الغزالی کان یفتی بهذا وکذا رجح ابن تیمیه والقاضی یعقوب من الحنابله جواز اخذهم من زکاة الناس اذا منعوا من خمس الغنائم والفیئ لانه محل حاجة وضرورة

(فقہ الزکاۃ ۲/ ۲۱۳)

☆ فلما انقطع عنهم حلت لهم ونحوه عن الابهری (من المالکیة)

(نخب الافکار ۷/ ۴۸۳)

وعن ابی یوسف والاصطخری والقاضی یعقوب وابی البقاء من الحنابلة ان منعوا الخمس اخذوا الزکاة

(نخب الافکار: ۷/ ۴۸۲)

لہٰذا ان اقوال کی روشنی میں یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ فقراء بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کی حرمت پر اجماع نہیں ہوا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

جہاں تک ابو عصمہ کی روایت کی بات ہے کہ ابو عصمہ ضعیف ہے جیسا کہ عبد اللہ بن مبارک وغیرہ سے منقول ہے، اور وہ امام ابو حنیفہ سے نقل کرتے ہیں لہٰذا اس میں بھی ضعف ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

۱: یہ روایت امام صاحب سے نقل کرنے میں ابو عصمہ منفرد نہیں جیسا کہ پہلے گذرا کہ امام صاحب سے محمد بن شجاع الثلجی اور امام طبری بھی نقل کرتے ہیں، بلکہ امام طحاوی نے امام صاحب سے مطلقاً جواز کی بھی ایک روایت نقل کی ہے:

قال ابو جعفر فذهب قوم الى هذا الحديث واباحوا الصدقة على بني هاشم

اراد بالقوم هؤلاء طائفة من المالكية وابا حنيفة في رواية۔

(نخب الافکار: ۷/ ۴۸۲)

اور درس ترمذی میں ایک روایت امام طحاوی کی "عن محمد عن ابی یوسف" کے طریق سے منقول ہے۔

(درس ترمذی: ۲/ ۴۰۷)

۲: ابو عصمہ پر اگرچہ حضرات محدثین نے بہت جرح کی ہے، لیکن وہ جرح حدیث کے باب میں ہے اور مذکورہ روایت وہ امام صاحب کا قول نقل کرتے ہیں تہذیب التہذیب میں ہے:

وقال الحاكم ابو عصمة مقدم في علومه الا انه ذاهب الحديث بمرة

(تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۴۸۸)

اور فقہ میں وہ امام صاحب کے براہِ راست شاگرد اور امام صاحب کے فقہ کے مدونین میں سے شمار ہوتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس فقہی روایت میں اس کی مذکورہ روایت قبول بھی کی گئی ہے، کیونکہ کسی حنفی محدث فقیہ (سوائے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب) کے ابو عصمہ کے ضعف کی وجہ سے اس روایت کی تردید نہیں دیکھی جاسکی، البتہ اس کو ظاہر الروایت کے خلاف ٹھہرایا گیا ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے بھی یہی علت معلوم ہوتی ہے جیسا کہ طبرانی کی ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

فقال ﷺ اليس في خمس الخمس ما يغنيكم

یہ حدیث طبرانی نے "حنش" کی روایت سے نقل کی ہے "حنش" میں اگرچہ کلام ہے، لیکن فتح القدیر، بنایہ وغیرہ میں صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ حدیث کو غریب قرار دے کر بطورِ استدلال یہ حدیث نقل کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

حدیث ان کے نزدیک قابلِ استدلال ہے، بعض دوسرے حضرات نے بھی اس کے حدیث کو قابلِ استدلال قرار دیا ہے۔

تہذیب الکمال میں ہے:

وقال ابو یعلی الموصلی حدثنا محمد بن عقبہ قال حدثنا ابو محصن حصین بن نمیر قال حدثنا حسین بن قیس ابو علی الرحبی (حنش) قال وزعم ابو محصن انہ شیخ صدق فذکر عنہ حدیثا روی لہ الترمذی وابن ماجہ۔

(تہذیب الکمال: ۲/ ۶۹۲)

مجمع الزوائد میں مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد ہے "وفیہ حسین بن قیس الملقب بحنش وفیہ کلام کثیر وقد وثقہ ابو محصن"۔

لیکن اس مضمون کی احادیث اس کے علاوہ بھی مختلف طرق سے نقل کی گئی ہیں:

ابن ابی حاتم نے سورۂ انفال کی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے

رغبت لکم عن غسالۃ ایدی الناس ان لکم خمس الخمس لما یغنیکم وھو اسناد حسن۔

(فتح القدیر)

اور اس حدیث کے بارے میں نصب الرایہ میں ہے "وھذا اسناد حسن" اس طرح مصنف ابن ابی شیبہ اور تفسیر طبری وغیرہ میں امام مجاہد رحمہ اللہ کی ایک روایت منقول ہے "عن مجاھد قال کان اٰل محمد ﷺ لا تحل لھم الصدقۃ فجعل لھم خمس الخمس" اس روایت کے ایک راوی "خصیف" میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن وہ اس درجہ نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی مذکورہ روایت کو رد کیا جائے، کیونکہ اصحابِ جرح وتعدیل کی ایک جماعت نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ "قال ابن حبان ترکہ جماعۃ من ائمتنا واحتج بہ اٰخرون" (تہذیب التہذیب ۳/ ۱۴۴) خصوصاً اس کی وہ روایت جو دوسری روایات کے موافق ہو۔

اگر یوں کہا جائے کہ ان روایات سے استدلال اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ذوی القربیٰ کے لیے اب بھی خمس الخمس ہے، حالانکہ احناف کے نزدیک اب خمس فقط تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

اس کا جواب صاحبِ بنایہ وکفایہ نے اس طرح دیا ہے۔۔۔

اجیب بان لھذا الحدیث دلالتین، احدھما اثبات العوض فی المحل الذی فات عنہ المعوض علی ما ذکرناہ، والثانیۃ جعلہ علی خمسۃ اسھم، ولکن قام الدلیل علی انتفاء قسمۃ الخمس علی خمسۃ اسھم وھو فعل الخلفاء الراشدین کما تقدم ولم یقم الدلیل علی تغییر العوض فمن فات عنہ المعوض فقلنا بہ۔۔۔الخ۔

(بنایہ ۶/ ۵۸۴)، کفایہ علی الفتح)

اگر یہ کہا جائے کہ فقرائے بنو ہاشم کو خمس میں سے دینا اس وقت حرمت کی علت قرار دینا درست ہو گا جبکہ ان کے لیے خمس میں سے ایک خاص حصہ (خمس الخمس) متعین ہو، حالانکہ احناف کے ہاں ان کے لیے کوئی حصہ متعین نہیں ہے، بلکہ وہ ایک مصرف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ احناف اگرچہ بنو ہاشم کو متعین حصہ کے قائل نہیں ہیں لیکن وہ ان کو دوسرے مصارف (یتیم، مسکین، ابن سبیل) پر مقدم رکھتے ہیں کہ پہلے ان کی حاجت کو پورا کیا جائے گا، اگر ان کا فقر و حاجت زیادہ ہے تو امام ان کو پورا "خمس" بھی دے سکتا ہے کیونکہ مصارف میں سے فقط ایک نوع کو دینا بھی درست ہے۔

اس معنی کے لحاظ سے احناف کے نزدیک بنو ہاشم کے لیے ایک متعین حصہ (خمس الخمس) سے گویا زیادہ حصہ مل رہا ہے جو بنو ہاشم کے لیے ایک متعین حصہ میں استحقاق سے زیادہ بہتر و نفع بخش معلوم ہوتا ہے۔ لہذا خمس میں ان کو پہلا مصرف قرار دینا زکوۃ کی حرمت کے لیے علت قرار دینا درست ہو گا، اس ترتیب سے کہ زکوۃ چونکہ اوساخ الناس ہوتا ہے اس لیے بغیر ضرورت (فقر وغیرہ) کے اس کا لینا جائز نہیں ہے، البتہ یہ زکوۃ دفع حاجت کے لیے ایک مشروع امر ہے اس لیے عام فقرا اس کو لے سکتے ہیں، لیکن بنو ہاشم کے فقرا کی حاجت دفع کرنے کے لیے شریعت نے ان کے عظیم خاندان ہونے کی وجہ سے ان کے لیے اوساخ الناس سے بچنے کے لیے زکوۃ کے عوض میں خمس (جو ایک معزز مال ہوتا ہے) کا انتخاب کیا ہے جیسا کہ ھدایہ، بنایہ، عنایہ، المحیط البرہانی وغیرہ میں اس کو زکوۃ کا عوض قرار دیا گیا ہے، لہذا خمس کے ہوتے ہوئے ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہو گا، لیکن اب جب خمس (عوض) نہیں مل رہا تو زکوۃ (معوض) تو ملنا اور شرعاً درست ہونا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ بعض احادیثِ مبارکہ اور فقہائے کرام کی آرا سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کی حرمت کی علت ان کو خمس میں سے دینا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔

باقی جن احادیث میں "اوساخ الناس" وغیرہ الفاظ آئے ہیں تو ان کو حرمت کی حکمت پر محمول کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے یعنی بنو ہاشم کے لیے ایک عظیم خاندان ہونے کے ناطے مناسب اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زکوۃ (اوساخ الناس) نہ لیں جیسا کہ دوسری احادیث میں زکوۃ کے علاوہ دوسرے امور بھی ذکر کیے گئے ہیں جن کو علمائے کرام بنو ہاشم کے لیے نا مناسب یا حکمت کے خلاف تو سمجھتے ہیں، لیکن حرام یا واجب نہیں سمجھتے مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ عبداً مأموراً بلغ ما ارسل بہ وما اختصنا دون الناس بشیئ الا بثلاث

خصال امرنا ان نسبغ الوضوء وان لا نأکل الصدقۃ وان لا ننزی الحمار علی الفرس۔

اب دیکھیں! کہ بنو ہاشم ہونے کے ناطے نہ تو اسباغ الوضوء ان پر فرض ہے اور نہ ہی انزاء الحمار علی الفرس ان پر حرام ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایک کام (مثلاً اسباغ الوضو) جو دوسروں کے لیے از روئے شرع مستحب و سنت ہے تو بنو ہاشم ایک عظیم خاندان ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسباغ الوضوء کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرے۔

اسی طرح انزاء الحمار علی الفرس اگر چہ ایک جائز فعل ہے، لیکن اس خاندان کے ساتھ مناسب نہیں ہے جیسا کہ اس دور میں بھی شریف لوگ اس طرح کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ چونکہ اوساخ الناس ہوتی ہے اس لیے یہ اس خاندان کے لیے دوسروں کی بنسبت زیادہ نامناسب ہے۔ پھر ان کے فقر و مجبوری کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے خمس میں سے دینے کو جائز بلکہ مقدم قرار دیا گیا، چونکہ خمس کی وجہ سے ان کی مجبوری و فقر کا ازالہ ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے اس نامناسب چیز (اوساخ الناس) کو حرام کیا گیا ہے۔

لیکن آج کے دور میں خمس نہ رہا تو ان کے لیے زکوٰۃ لینا درست ہوگا جیسا کہ فقرا علمائے کرام اور مجاہدین وغیرہ کو دینا درست ہے۔

اگر "اوساخ الناس" کو علت قرار دیا جائے تو جہاں یہ علت پائی جائے گی حرمت بھی پائی جائے گی، کیونکہ نصوص سے یہ فہم نہیں ہو رہا ہے کہ یہ فقط بنو ہاشم کے لیے اوساخ ہے دوسروں کے لیے نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم ----الخ تو تطہیر کی صورت یہ ہوگی کہ ان سے میل کچیل دور کیا جائے۔ حالانکہ بنو ہاشم کے علاوہ ہر جگہ علت پائے جانے کے باوجود حرمت نہیں پائی جاتی جیسا کہ حضرات علمائے کرام وغیرہ کو دینا جو کہ فقراء ہوں درست بلکہ عند البعض افضل بھی ہے۔

یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت کی علت "خمس" میں سے دینا ہے تو جن جن کو خمس میں سے دیا جائے گا، علت کے موجود ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ حرام ہوگی جیسا کہ فقرا، یتامی وغیرہ۔ کیونکہ قرآن مجید نے فقرا وغیرہ کو زکوٰۃ اور خمس دونوں کا مصرف قرار دیا ہے۔

دوسرا یہ کہ نصوص میں فقرا کو خمس میں سے دینے کو زکوٰۃ کی حرمت کی علت قرار نہیں دیا گیا ہے جبکہ بنو ہاشم کو خمس میں سے دینے کو زکوٰۃ کی حرمت کی علت قرار دیا گیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

جبکہ کئی حضرات نے "اوساخ الناس" کو بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت کے لیے حکمت بھی قرار دیا ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے:

وقد ذکرنا الحکمۃ فی تحریمھا علیھم انھا مطھرۃ للملاك ولاموالھم قال تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم فھی کغسالۃ الاوساخ وان آل محمد منزھون عن اوساخ الناس وغسالاتھم وثبت عن النبی ﷺ "الصدقۃ اوساخ الناس" کما رواہ مسلم

(عمدۃ القاری:۹/ ۱۲۶)

اس طرح جو فقہائے کرام خمس میں سے دینے کو زکوٰۃ کا عوض اور اس کی حرمت کی علت قرار دیتے ہیں وہ بھی "اوساخ" کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں گویا کہ یہ "اوساخ" ان کے نزدیک بھی بنو ہاشم کے لیے ایک نامناسب اور حکمت کے

خلاف ہے، اور یہی نصوص کی تشریح کی ایک بہترین صورت معلوم ہوتی ہے کہ خمس میں سے دینے کو علت اور "اوساخ" کو حکمت قرار دیا جائے۔

نیز زکوۃ کو بنوہاشم کے لیے اوساخ قرار دیا گیا نجس نہیں لہٰذا خود لفظ اوساخ ایک نامناسب چیز ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ بعض احادیث مبارکہ میں "لا ینبغی" "کرہ لکم" وغیرہ الفاظ آئے ہیں جو اس کے نامناسب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر اس تشریح کی روشنی میں امام صاحب سے منقول چاروں اقوال (مطلقاً جواز، مطلقاً حرمت جو کہ ظاہر الروایت ہے، خمس ہونے کی صورت میں حرمت ورنہ حلت، ہاشمی فقیر کے لیے ہاشمی سے زکوۃ لینا درست ہے غیر ہاشمی سے لینا درست نہیں) میں تطبیق کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ظاہر الروایت جو مطلقاً حرمت کی ہے یہ امام صاحب کے پہلے زمانہ کا قول ہے جب خمس کا نظام باقاعدہ عملی طور پر نافذ تھا جب امام صاحب کے آخری دور میں خمس کے نظام میں خلل کو دیکھا تو امام صاحب نے معلول بالعلۃ کا قول کیا گویا امام صاحب کا اصل قول معلول بالعلۃ والا ہے، یعنی علت (خمس میں سے دینا) پائی جائے تو حرمت (زکوۃ) پائی جائے گی اور جب علت نہ پائی جائے تو حرمت بھی نہیں پائی جائے گی اور مطلقاً حلت اور مطلقاً حرمت والی روایت کو اسی معلول بالعلۃ والی روایت پر حمل کیا جائے۔

اس لحاظ سے گویا ظاہر الروایت یہی ہے کہ بنوہاشم پر زکوۃ حرام ہے بشرطیکہ ان کو خمس میں سے دیا جاتا ہو اور ان کے لیے زکوۃ حلال ہے جب ان کو خمس میں سے نہیں دیا جاتا۔

اور یہی قیاس کا تقاضا بھی ہے کہ اس زمانہ میں زکوۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ سے ان کی حاجات پوری کی جائے اس لیے کہ شریعت ایک غیر ہاشمی فقیر مسلمان کے فقر دور کرنے اور سوال کی ذلت سے بچانے کے لیے اس کے دو طریقوں سے مالی تعاون کا تقرری کرتی ہے، ایک خمس میں سے اس کا حصہ مقرر کیا جاتا ہے، دوسرا یہ کہ صاحب نصاب حضرات پر ان کے لیے زکوۃ واجب کی (پھر بھی اگر کسی فقیر کو زکوۃ نہیں مل رہی یا زکوۃ سے اس کی مجبوری حل نہیں ہوتی تو پھر مخصوص اوقات میں شریعت نے اس کے لیے سوال کرنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ اضطرار کی صورت میں شراب و خنزیر کے کھانے کو بھی حسبِ ضرورت جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا ہے۔)

اب خمس نہ ہونے کی صورت میں پھر بھی اس کے فقر و حاجت پورا ہونے کے لیے زکوۃ لینے کا راستہ موجود ہے، تو شریعت ایک ہاشمی فقیر کے فقر و حاجت دور کرنے کے لیے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے اعلیٰ انتظام کرے گی، اور کیا بھی ہے، کیونکہ اس کو خمس میں مقدم رکھا گیا کہ پہلے خمس سے اس کی حاجت پوری کی جائے جو ایک معزز مال ہوتا ہے، اس کے بعد دوسرے فقرا کو دیا جائے۔

تو خمس نہ ہونے کی صورت میں اس کو یوں ہی چھوڑنا کہ بھوک پر بھوک برداشت کرتا رہے یا سوال پر مجبور ہو جائے یہ شریعت کے مزاج کے موافق معلوم نہیں ہوتا، لہٰذا جب خمس نہ ہونے کی صورت میں شریعت کا انتظام (زکوۃ) ایک غیر ہاشمی فقیر کے لیے موجود ہو کم از کم وہی انتظام تو بنوہاشم کے فقیر کے لیے بھی ہو گا۔

تو قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خمس نہ ہونے کی صورت میں ان کے لیے زکوٰۃ لینا درست ہو، خاص کر اس زمانہ میں نہ تو خمس کا باقاعدہ کوئی مد موجود ہے اور نہ ہی حکومت کی طرف سے دوسرے مدوں میں سے ان کا کچھ اکرام کیا جاتا ہے۔ اور عام طور پر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ ھدایا اور نفلی صدقات سے اپنے بھائی کو بھی نہیں نوازتے وہ بنو ہاشم کو کیسے نوازیں گے، جبکہ بعض جگہ مشاہدہ بھی ہوا ہے کہ بنو ہاشم کی حالت فقر کے حوالہ سے ابتر ہوتی جارہی ہے، نفلی صدقات ان کو نہیں دیئے جاتے، سوال کرنا ان سے برداشت نہیں ہوتا اور زکوٰۃ ان پر حرام ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں ان کی غربت دوسروں کی غربت سے اور ان کا سوال کرنا دوسروں کے سوال کرنے سے زیادہ نامناسب و قبیح معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے شاید بہتر یہ ہو کہ زکوٰۃ میں ان کو مقدم رکھا جائے (جیسا کہ بعض مالکیہ کا قول ہے) یا کم از کم ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہو۔

اگر ظاہر الروایۃ کو مطلقاً حرمت پر برقرار رکھا جائے اور معلول بالعلۃ والی روایت کو غیر ظاہر الروایت برقرار رکھا جائے، پھر بھی مذکورہ حالات کی وجہ سے بطورِ مجبوری غیر ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دینا درست معلوم ہوتا ہے جیسا کہ قریب کے زمانہ میں حالات کی مناسبت کی وجہ سے کئی مسائل میں اسی طرح فتوے دیئے جاچکے ہیں بلکہ مذہبِ غیر پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔

باقی یہ کہنا درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک شریعت میں بنو ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت باقی ہے امرا کے کردار کی وجہ سے وہ حکم ختم نہیں ہوگا، مگر یہ کہ شریعت اس حکم کو ختم کردے۔ اس لیے کہ امرا کے افعال و کردار کا تعین بھی شریعت کرتی ہے، لہٰذا ان کے کردار کی وجہ سے احکامات میں فرق آسکتا ہے مثلاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی اقامت اور صحت کے لیے امام کی اجازت شرط ہے، مگر آج کے دور میں مخصوص حالات کی وجہ سے جب علمائے کرام کی ایک جماعت کسی کو امام بنائے اور اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھیں، نماز جمعہ قائم کرے تو حضرات علمائے کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور خود بھی قائم کرتے ہیں۔

تو یہاں اگرچہ جمعہ کی اقامت کے لیے اذنِ سلطان اب بھی شرط و مشروع امر ہے، لیکن امرا کی غفلت وغیرہ وجوہ کی بنا پر اب ان کی اجازت کے بغیر بھی مخصوص ترتیب کے ساتھ اقامتِ جمعہ کو درست قرار دیا جاتا ہے۔

اس طرح بنو ہاشم کے فقرا کے لیے جب امرا کی طرف سے کوئی ترتیب نہیں (اور بنو ہاشم کا زکوٰۃ کے مستحق ہونے کا مطلب یہی ہے کہ صدقاتِ نافلہ سے ان کی حاجت پوری نہیں ہوتی) تو اقامتِ جمعہ کی طرح یہاں بھی امرا کی غفلت کی وجہ سے بنو ہاشم کے فقرا کو اسی حالت چھوڑنا بہتر معلوم نہیں ہوتا، اگر شریعت کے مزاج کے موافق ان کا اکرام (خمس میں سے دینے، یا ھدایا وغیرہ کی صورت میں دینے سے) نہیں کیا جاتا تو کم از کم ان کی مجبوری کو زکوٰۃ وغیرہ سے حل کیا جائے۔

لہٰذا عصرِ حاضر میں اگر امام صاحب کی ابو عصمہ والی روایت پر عمل کیا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہے جو ایک ایک روایت امام ابو یوسف اور امام محمد کی بھی ہے، نیز حضرت انور شاہ کشمیری، علامہ یوسف قرضاوی اور بعض دیگر اہلِ علم مثلاً مفتی مہدی حسن صاحب صدر مفتی دار العلوم دیوبند (تحفۃ القاری لمفتی سعید احمد پالن پوری ۴/ ۲۷۸) اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب وغیرہ سے جواز کا قول منقول ہے۔

DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

جبکہ علامہ عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ کا حاشیہ ھدایہ میں اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ "ولا تدفع الی بنی ھاشم" کے تحت کفایہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"الحرمة كانت فی عهد النبی ﷺ للعوض وهو الخمس فلما سقط ذلك حلت لهم الصدقة، قال الطحاوی وبالجواز نأخذ

(الکفایہ علی الفتح)

اور صاحب الاختیار لتعلیل المختار کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ ابو عصمہ کی مذکورہ روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ولانه اذا لم يصل اليهم واحد منهما هلكوا جوعا فيجوز لهم ذلك دفعا للضرر عنهم"

(الاختیار لتعلیل المختار ۱/ ۱۲۱)

اس لیے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے "ہمارے زمانے کے فقہاء کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کیا اس دور میں بنوہاشم میں فقر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہ کی مذکورہ بالا روایت پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور شیخ الاسلام صاحب کا یہی قول مختار الامۃ حضرت اقدس مفتی مختار الدین شاہ صاحب نے بھی اپنی کتاب (کتاب الزکوٰۃ) میں نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ عصر حاضر کے علمائے کرام اس مسئلہ پر غور فرمائیں، جبکہ فقہ حنفی کے بعض فقہائے کرام مخصوص اوقات میں مخصوص مال داروں کو بھی زکوٰۃ دینا جائز قرار دیتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ کئی نظائر ایسے بھی موجود ہیں جن میں ہاشمی فقیر کی نسبت غیر ہاشمی فقیر کی حاجت بہت کم ہوگی، لیکن پھر بھی از روئے شرع اس غیر ہاشمی فقیر کو زکوٰۃ دینا درست ہے، مثلاً مال دار کی فقیر بیوی کو زکوٰۃ دینا درست ہے حالانکہ اس بیوی کا نفقہ بھی خاوند پر ہے اور اولاد کے اخراجات بھی خاوند برداشت کرے گا، لیکن پھر بھی اس کی بیوی کے لیے زکوٰۃ لینا درست ہے، جبکہ فقرائے بنوہاشم کے لیے نہ تو نفقہ کا انتظام ہے اور نہ ہی اولاد وغیرہ کے اخراجات کا انتظام، اسی طرح "باپ" کو دیکھیں کہ اولاد پر اس کا نفقہ واجب ہونے کے باوجود وہ زکوٰۃ وغیرہ لے سکتا ہے۔

تیسرا یہ کہ کچھ نصوص بھی ایسے ہیں جن سے بنوہاشم کے لیے زکوٰۃ لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ان میں سے ایک تو وہ حدیث ہے جس سے بقولِ امام طحاوی رحمہ اللہ ایک روایت میں امام صاحب نے مطلقاً جواز پر استدلال کیا ہے "فتصدق بها على ارامل بنی المطلب"، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ اور ابو داؤد میں ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے۔۔۔"عن ابن عباس قال بعثنی ابی الی النبی ﷺ فی ابل اعطاها اياه من الصدقة"۔ (ابو داؤد حدیث ۱۶۵۳)

اور جن احادیث میں ممانعت آئی ہے ان میں بھی تاویل کی گنجائش موجود ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا، نیز قرآن مجید میں مصارف کا تفصیلی ذکر موجود ہے، اس تفصیل کے باوجود فقرا کا مطلقاً تذکرہ (ہاشمی فقیر و غیر ہاشمی فقیر کا فرق نہ کرنا) کرنا اس میں گنجائش کی ممانعت سے انکار کرتا ہے۔

چوتھا یہ کہ امام صاحب سے اس مسئلہ میں چار اقوال کا نقل ہونا از خود اس میں گنجائش کا متقاضی ہے، جیسا کہ حضرات فقہائے کرام کا کسی مسئلہ میں مختلف اقوال اس مسئلہ میں گنجائش کے متقاضی ہوتے ہیں، اسی طرح صاحبین سے بھی اس مسئلہ میں مختلف روایات منقول ہیں جیسا کہ گزر چکا۔

پانچواں یہ کہ بعض فقہانے زکوٰۃ کی حرمت کی علت خمس میں سے دینا قرار دیا گیا ہے جواز خود اس زمانہ میں زکوٰۃ لینے کی حلت پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے متعلق بندہ نے بعض کبار اہل علم سے بالمشافہ بھی بات چیت کی تو کئی اہل علم کی یہ آرا سامنے آئیں کہ بنو ہاشم کے فقراپر خمس نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ حرام تو ہے، لیکن ان کی مجبوری کو مدنظر رکھ کر مالدار حضرات نفلی صدقات سے ان کا تعاون کریں یا مسلمان عوام یا حکومت ایک ایسی کمیٹی تشکیل دے جو باقاعدہ نفلی صدقات سے ان کا تعاون کریں۔

اگر اس طرح کوئی ترتیب بن جائے تو یہ ایک بہترین صورت ہوگی، لیکن اگر ایک جگہ اس طرح کا کوئی نظم نہیں بنا ہے تو ان کی مجبوری کا حل کیا ہوگا، دیکھیں! نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جب خمس سے ذوی القربیٰ (بنوہاشم) کا گزارہ نہ ہوا تو دوبارہ ان کو خمس میں سے دینے کا حکم کیا گیا تاکہ ان کی حاجات پوری ہو جائیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ربیعہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے پاس آئے کہ ہمیں شادی کی مہم درپیش ہے اور ہمارے پاس مالی گنجائش نہیں، ہمیں صدقات پر عامل مقرر کردیں۔۔۔۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ان الصدقات لا ینبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس، ادعوا لی محمیة ----وقال لمحمیة اصدق عنهما من الخمس كذا وكذا" لیکن اب خمس نہ ہونے کی صورت میں ان کی مجبوری کا حل کیا ہوگا، یا تو زکوٰۃ لیں گے، یا سوال پر مجبور ہوں گے، بصورتِ دیگر ہلاکت تک مفضی ہو سکتا ہے، تو سب سے اسہل صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب کی ابوعصمہ والی روایت پر عمل کیا جائے اور بنو ہاشم کے فقرا کے لیے زکوٰۃ لینا جائز قرار دیا جائے۔ اور اس زمانہ (جبکہ خمس کا نظام نہیں ہے) میں بنوہاشم کے لیے زکوٰۃ لینے کے جواز پر فتویٰ دیا جائے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ عصرِ حاضر کے محقق علمائے کرام سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ واللہ اعلم

صفی اللہ صفدرؔ

جامعہ زکریا دارالایمان کربوغہ شریف ضلع ہنگو

DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950
دار الافتاء جامعۃ الرشید کراچی

الجواب حامداً ومصلیاً باسم ملہم الصواب

منسلکہ تحریر میں سادات کو زکوۃ دینے کے جواز سے متعلق بنیادی طور پر دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

1) خمس نہ ہونے کی صورت میں ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ کی روایات:

خمس نہ ہونے کی صورت میں ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالی سے منقول سادات کو زکوۃ دینے سے متعلق جواز کی روایات پر عمل کرنا درج ذیل وجوہ سے محلِ نظر ہے:

ا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی روایت میں ایک راوی ابو عصمہ ہیں، جن پر ائمہ جرح وتعدیل رحمہم اللہ نے بہت سخت قسم کی جرح کی ہے، یہاں تک کہ امام بخاری اور امام ابو عبداللہ حاکم رحمہما اللہ نے اس پر "**واضع**" کا حکم لگایا، امام مسلم بن حجاج اور امام دار قطنی رحمہما اللہ نے "**متروک الحدیث**"، امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے "**منکر الحدیث**" امام یحی بن معین نے "**لیس بشیٔ**" اور بعض نے "**ذاہب الحدیث جدا**" کے الفاظ سے جرح کی ہے اور ائمہ جرح وتعدیل رحمہم اللہ کے نزدیک مذکورہ تمام الفاظ سے سخت قسم کی جرح مراد ہوتی ہے، اسی لیے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ اس کی روایت متابع اور شاہد کے طور پر بھی نہیں لی جائے گی، سادات کو زکوۃ دینے کا مسئلہ چونکہ احکام سے متعلق ہے اور احکام کے باب میں ضعیف راوی کو بھی چھوڑ دیا جاتا ہے، چہ جائیکہ ایسے راوی (جس پر اتنی سخت جرح کی گئی ہو) کی روایت قبول کی جائے، خصوصاً جبکہ اس راوی کے بارے میں کسی امام کی طرف سے توثیق کا قول کہیں نہیں ملا۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ جرح حدیث کو قبول کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں تو معتبر ہے، فقہی روایات میں یہ جرح معتبر نہیں، جیسا کہ منسلکہ تحریر میں ذکر کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ کہ احکام کے باب میں ضعیف روایات کو جرح کی بنیاد پر رد کرنے کی دو وجہیں ہوتی ہیں:

پہلی وجہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت نہ ہو۔ دوسری یہ کہ شرعی حکم کے ثبوت کی نسبت کمزور دلیل کی طرف نہ ہو۔ اسی لیے ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ احکام کے استنباط اور استدلال کے لیے ضعیف روایت کو قطعاً قبول نہیں کرتے۔ لہذا شرعی حکم کی دلیل ہونے کی حیثیت سے دونوں روایتوں (حدیث اور فقہی روایت) میں کوئی فرق نہیں، اس لیے شرعی حکم کا مدار بنانے کے سلسلے میں اس جرح کا اعتبار ہوگا۔

تهذيب الكمال للحافظ جمال الدين المزى المتوفى:742(59/30):

وَقَال ابن شبرمه أيضا: بلغني عن ابن المبارك أنه قال في الحديث الذي يرويه أبو عصمة عن مقاتل بن حيان في الشمس والقمر ليس له أصل.--------- وقَال البُخارِيُّ: قال ابن المبارك لوكيع : حَدَّثَنَا شيخ يقال له : أبو عصمة كان يضع كما يضع المعلى بن هلال. وَقَال عَبد الله بن أحمد بن حنبل: قال أبي : كان أبو عصمة يروي أحاديث مناكير لم يكن في الحديث بذاك، وكان شديدا على الجهمية والرد عليهم. تعلم منه نعيم بن حماد الرد على الجهمية. وَقَال أحمد بن سعد بن أَبي مريم : سألت يحيى ين معين عن نوح بن أَبي مريم ، فقال : ليس بشيءٍ ، ولا يكتب حديثه وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني: أبو عصمة نوح بن أبي مريم قاضي مرو يسقط حديثه. وقال أبو زرعة: ضعيف الحديث. وقال أبو حاتم، ومسلم بن الحجاج، وأبو بشر الدولابي، والدارقطني: متروك الحديث. وقال البخاري : نوح بن يزيد بن جعونة يقال : إنه نوح بن أبي مريم أبو عصمة المروزي قاضي مرو عن مقاتل بن حيان منكر الحديث. وقال في موضع آخر: نوح بن أبي مريم ذاهب الحديث جدا.---------- وذكر الحاكم أبو عبد الله النيسابوري الحافظ : أنه وضع حديث فضائل القرآن.

التاريخ الكبير(396/7):

قال ابن المبارك لوكيع عندنا شيخ وهو أبو عصمة نوح بن ابى مريم يضع كما يضع معلى.

تهذيب التهذيب(434/10):

قال أحمد بن مُحَمَّد بن شبرمة: بلغني عن ابن المبارك أنه قال في الحديث الذي يرويه أبو عصمة عن مقاتل بن حيان في الشمس والقمر ليس له أصل وقال نعيم بن حماد: سئل ابن المبارك عنه فقال هو يقول لا إله إلا الله وقيل لوكيع: أبو عصمة؟ فقال ما يصنع به لم يرو عنه ابن المبارك وقال البخاري قال ابن المبارك لوكيع عندنا شيخ يقال له أبو عصمة كان يضع كما يضع المعلى بن هلال وقال عبدالله بن أحمد عن أبيه كان أبو عصمة يروي أحاديث مناكير ولم يكن في الحديث بذاك وكان شديدا على الجهمية والرد عليهم وقال ابن مريم عن ابن معين ليس بشئ ولا يكتب حديثه وقال الجوزجاني سقط حديثه وقال أبو زرعة ضعيف الحديث.

وقال أبو حاتم ومسلم والدولابي والدارقطني متروك الحديث وقال البخاري نوح بن أبي مريم ذاهب الحديث وقال في موضع آخر نوح ابن يزيد بن جعونة عن مقاتل بن حيان يقال إنه نوح بن أبي مريم وقال النسائي أبو عصمة نوح بن جعونة وقيل ابن يزيد بن جعونة وهو نوح بن أبي مريم قاضي مرو ليس بثقة ولا مأمون وقال في موضع آخر ليس بثقة ولا يكتب حديثه وقال مرة سقط حديثه وذكر الحاكم أبو عبد الله أنه وضع حديث فضائل القرآن وقال ابن عدي وعامة حديثه لا يتابع عليه وهو مع ضعفه يكتب حديثه.

۲۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی روایت بندہ کو متقدمین میں سے کسی کتاب میں نہیں ملی۔ تحریر میں اس روایت کو نخب الافکار اور فیض الباری کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے اور یہ دونوں حضرات متاخرین میں سے ہیں، چنانچہ صاحب نخب الافکار ابو محمد محمود بن احمد حنفی بدر الدین عینی (المتوفی: 855ھ) نویں صدی ہجری اور صاحب فیض الباری علامہ انور شاہ کشمیری (المتوفی: 1353ھ) چودھویں صدی ہجری کے علمائے کرام ہیں۔

۳۔امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت بھی ظاہر الروایہ اور متقدمین کی کسی کتاب میں نہیں مل سکی۔ تحریر میں یہ روایت فقہ الزکاۃ بحوالہ مجمع الانہر ذکر کی گئی ہے، مجمع الانہر میں یہ روایت موجود ہے، لیکن صاحب مجمع الانہر عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان گیارہویں ہجری (المتوفی: 1078ھ) کے فقیہ ہیں۔

لہذا جب تک امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کا متقدمین کی مستند کتب سے ثبوت نہ ملے اس وقت تک ان پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

2)۔عدم جواز کی علت:

منسلکہ تحریر میں بنی ہاشم کو زکوۃ نہ دینے کی علت خمس دینے کو قرار دیا گیا ہے، اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ نہ دینے کے بارے میں دو قسم کی روایات آئی ہیں:

پہلی قسم: پہلی قسم کی وہ روایات ہیں جن میں بغیر کوئی علت ذکر کیے مطلقاً بنی ہاشم کے لیے صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابوداود، سنن دارمی، صحیح ابن خزیمۃ، مسند احمد، مسند ابی داود طیالسی، مصنف ابن ابی شیبۃ، صحیح ابن حبان، المعجم للطبرانی، مصنف عبدالرزاق، السنن الکبری للبیہقی اور شرح معانی الاثار وغیرہ کی روایات میں منقول ہے:

سنن أبي داود ت الأرنؤوط (88/3، رقم الحديث: 1650):

حدثنا محمد بن كثير، أخبرنا شعبة، عن الحكم، عن ابن أبي رافع عن أبي رافع: أن النبي - ﷺ - بعث رجلا على الصدقة من بني مخزوم، فقال لأبي رافع: اصحبني فإنك تصيب منها، قال: حتى آتي النبي - ﷺ - فأسأله، فأتاه فسأله، فقال: "مولى القوم من أنفسهم، وإنا لا تحل لنا الصدقة"

صحيح مسلم (751/2، رقم الحديث: 1069):

حدثنا يحيى بن يحيى، وأبو بكر بن أبي شيبة، وزهير بن حرب، جميعا عن وكيع، عن شعبة، بهذا الإسناد، وقال: «أنا لا تحل لنا الصدقة؟» حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، ح وحدثنا ابن المثنى، حدثنا ابن أبي عدي، كلاهما عن شعبة، في هذا الإسناد، كما قال: ابن معاذ «أنا لا نأكل الصدقة؟»

مصنف ابن أبي شيبة (428/2، رقم الحديث: 10703):

حدثنا أبو بكر قال: حدثنا وكيع، عن شعبة، عن مُحَمَّد بن زياد، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ، أنه أتي بتمر من تمر الصدقة، فتناول الحسن بن علي تمرة فلاكها في فيه، فقال له رسول الله ﷺ: «كخ كخ، إنا لا تحل لنا الصدقة»

دوسری قسم: دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن میں بنی ہاشم کے لیے زکوۃ کے عدم جواز کی علت "وسخ" یعنی زکوۃ کے مال کا میل کچیل ہونا ذکر کر کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر بعض روایات میں مذکور ہے:

صحیح مسلم (752/2، رقم الحديث: 167):

حدثني عبد الله بن مُحَمَّد بن أسماء الضبعي، حدثنا جويرية، عن مالك، عن الزهري، أن عبد الله بن عبد الله بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب، حدثه أن عبد المطلب بن ربيعة بن الحارث، حدثه قال: اجتمع ربيعة بن الحارث، والعباس بن عبد المطلب، فقالا: والله، لو بعثنا هذين الغلامين – قالا لي وللفضل بن عباس – إلى رسول الله ﷺ فكلماه، فأمرهما على هذه الصدقات، فأديا ما يؤدي الناس، وأصابا مما يصيب الناس، قال فبينما هما في ذلك جاء علي بن أبي طالب، فوقف عليهما، فذكرا له ذلك، فقال علي بن أبي طالب: لا تفعلا، فوالله، ما هو بفاعل، فانتحاه ربيعة بن الحارث فقال: والله، ما تصنع هذا إلا نفاسة منك علينا، فوالله، لقد نلت صهر رسول الله ﷺ فما نفسناه عليك، قال علي: أرسلوهما، فانطلقا، واضطجع علي، قال: فلما صلى رسول الله ﷺ [ص:753] الظهر سبقناه إلى الحجرة، فقمنا عندها، حتى جاء فأخذ بآذاننا، ثم قال: «أخرجا ما تصرران» ثم دخل ودخلناعليه، وهو يومئذ عند زينب بنت جحش، قال: فتواكلنا الكلام، ثم تكلم أحدنا فقال: يا رسول الله، أنت أبر الناس وأوصل الناس، وقد بلغنا النكاح، فجئنا لتأمرنا على بعض هذه الصدقات، فنؤدي إليك كما يؤدي الناس، ونصيب كما يصيبون، قال: فسكت طويلا حتى أردنا أن نكلمه، قال: وجعلت زينب تلمع علينا من وراء الحجاب أن لا تكلماه، قال: ثم قال: «إن الصدقة لا تنبغي لآل مُحَمَّد إنما هي أوساخ الناس۔

اس کے علاوہ بندہ کو خمس کے علت ہونے کی تصریح کسی صحیح حدیث میں نہیں ملی، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر بہت سی روایات جمع کی ہیں، لیکن ایسی کوئی مرفوع یا موقوف روایت ذکر نہیں کی جس میں زکوۃ حرام ہونے کی علت خمس دینا قرار دیا گیا ہو، اسی طرح علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں خمس کے علت ہونے کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ منسلکہ تحریر اور اس موضوع پر لکھی گئی بعض دیگر تحریرات میں بھی بندہ کو ایسی کوئی روایت نہیں ملی۔ بعض روایات میں سادات پر زکوۃ حرام ہونے کے ساتھ ان کو خمس دینے کا ذکر ہے، لیکن ان میں خمس کے ساتھ زکوۃ کے "غسالۃ ایدی الناس" ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سادات کو زکوۃ اور صدقات واجبہ

نہ دینے کی اصل علت ان کو خمس دینا نہیں، بلکہ ان کے اکرام اور احترام کے پیشِ نظر زکوۃ کو مطلقاً ان پر حرام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ حرمت والی روایات کی کثرت کی بناء پر امام طحاوی رحمہ اللہ ان کو متواتر قرار دیا ہے اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بنوہاشم کے لیے زکوۃ کے حرام ہونے پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اجماع کی تصریح کی ہے:

شرح معاني الآثار (6/2):

قد كانوا يأكلون من هذه الصدقة في حياة رسول الله ﷺ. فدل ذلك على إباحة سائر الصدقات لهم , فالحجة عليهم في ذلك أن تلك الصدقة كصدقات الأوقاف, وقد رأينا ذلك يحل للأغنياء. ألا ترى أن رجلا لو أوقف داره على رجل غني, أن ذلك جائز ولا يمنعه ذلك غناه , وحكم ذلك خلاف حكم سائر الصدقات من الزكوة والكفارات , وما يتقرب به إلى الله عز وجل , فكذلك من كان من بني هاشم ذلك لهم حلال وحكمه خلاف حكم سائر الصدقات التي قد ذكرنا. ثم قد جاءت بعد هذه الآثار عن رسول الله ﷺ متواترة بتحريم الصدقة على بني هاشم-

البناية شرح الهداية (471/3):

(ولا تدفع إلى بني هاشم): أي ولا تدفع الزكاة إلى بني هاشم. وفي "الإيضاح" الصدقات الواجبات كلها عليهم لا تجوز لإجماع الأئمة الأربعة-

جہاں تک فقہائے کرام رحمہم اللہ کی ان عبارات کا تعلق ہے جن میں خمس دیئے جانے کی وجہ سے زکوۃ نہ دینے کا ذکر ہے تو اس کا جواب یہ کہ چونکہ بنوہاشم پر زکوۃ حرام ہونے کی وجہ سے قرونِ اولیٰ میں اس کے عوض میں ان کو خمس دیا جاتا تھا، اس لیے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے خمس کو بطورِ عوض دینا ذکر کیا ہے، نہ کہ علت۔ چنانچہ ہدایہ، عنایہ، بنایہ اور کفایہ کی عبارات میں خمس کو بطورِ عوض ہی ذکر کیا گیا ہے:

العناية شرح الهداية (504/5):

(وقد قال النبي - ﷺ -) دليل على أنه لم يصرف إلى أغنيائهم شيء لأنه قال «يا بني هاشم إن الله كره لكم غسالة أيدي الناس وأوساخهم وعوضكم منها بخمس الخمس» والعوض إنما يثبت في حق من يثبت في حقه المعوض وهم الفقراء)

اسی طرح طبرانی کی روایت میں ذکر کیے گئے الفاظ سے بھی خمس کا عوض ہونا ظاہر ہوتا ہے:

المعجم الكبير للطبراني (217/11):

عن ابن عباس، قال: بعث نوفل بن الحارث ابنيه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهما: انطلقا إلى عمكما لعله يستعين بكما على الصدقات لعلكما تصيبان شيئا فتزوجان فلقيا عليا فقال: أين تأخذان؟ فحدثاه بحاجتهما فقال لهما: ارجعا فرجعا، فلما أمسيا أمرهما أن ينطلقا إلى نبي الله صلى الله عليه وسلم، فلما دفعا إلى الباب استأذنا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة: «أرخي عليك سجفك أدخل علي

ابنا عمي» فحدثنا نبي الله ﷺ بحاجتهما، فقال لهما نبي الله ﷺ: «لا يحل لأهل البيت شيء من الصدقات ، ولا غسالة الأيدي إن لكم في خمس الخمس لما يغنيكم أو يكفيكم۔

اور علت اور عوض میں فرق یہ ہے کہ علت کے منتفی ہونے سے حکم ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ علت پر حکم کا مدار ہوتا ہے، جبکہ عوض کے منتفی ہونے سے حکم ساقط نہیں ہوتا، بلکہ حکم بدستور برقرار رہتا ہے، کیونکہ عوض پر حکم کا مدار نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ امت کے جمہور اور کبار فقہائے کرام رحمہم اللہ نے خمس کے منتفی ہونے کی صورت میں بھی زکوۃ کو حلال قرار نہیں دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ عدم جواز کی اصل علت سادات کی کرامت اور زکوۃ کا میل کچیل ہونا ہی ہے۔

نیز علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بنو ہاشم پر مطلقاً زکوۃ حرام ہونے کی ایک علت یہ بھی ذکر کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق زکوۃ مطلقاً حرام قرار دی گئی تھی، جیسا کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے، کیونکہ ان دونوں میں فرق کی کوئی دلیل نہیں ہے، دیکھیے عبارت:

إمدادالاحکام:ج:2،ص:51):

ویرد علیہ أن حرمۃ الصدقۃ علی بنی ھاشم کحرمتھا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سواء بسواء کما ھو فی ظاھر النصوص، ولیس فیھا ما یفید الفرق ولا یخفی أنھا کانت محرمۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلقا یدل علیہ حدیث سلمان أتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بصدقتہ حین قدم المدینۃ، فردھا علیہ وقال: إنا لا ناکل الصدقۃ۔

لہذا ہماری رائے کے مطابق حنفیہ کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ سے مروی نادر روایات پر عمل کرنا صحیح اور صریح نصوص کے خلاف ہے، جو کہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے بقول حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، اس لیے عام

DAR-UL-IFTA
Jamia-tur-Rasheed, Karachi
Pakistan, 75950

دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی

حالات میں حکم یہی ہے کہ ظاہر الروایہ پر عمل کرتے ہوئے بنوہاشم کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ سادات کی عظمت اور احترام کے پیشِ نظران کی حاجات کے لیے عطیات اور صدقات نافلہ وغیرہ کا کوئی نظم بنائے، جیساکہ قرونِ اولی میں ان کو بیت المال سے رقوم دی جاتی تھیں۔ اگر حکومت ایسا اقدام نہ کرے تو صاحبِ ثروت لوگوں کو چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خاندان کی کفالت کا ذمہ اٹھائیں اوران کی خبر گیری کے لیے کوئی مستقل نظم قائم کریں۔

اگر مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہ ہو تو سادات کو زکوۃ وصدقات کی رقم تملیک کرواکے بطور عطیہ دی جاسکتی ہے، تاہم اگر کسی جگہ تملیک کی صورت بھی نہ اختیار کی جاسکتی ہو، مثلاً: کوئی مستحق زکوۃ شخص وہاں موجود نہ ہو اور سادات گھرانے سے تعلق رکھنے والا شخص اس حد تک مجبور ہو کہ سوال کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو تو اس کے لیے ان فقہائے کرام رحمہم اللہ (جو خمس نہ ہونے کی صورت میں سادات کو زکوۃ دینے کے جواز کے قائل ہیں) کے قول پر عمل کرتے ہوئے صرف ضرورت کے بقدر زکوۃ اور صدقات واجبہ کی رقم لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لیکن چونکہ یہ مسئلہ اہمیت کا حامل ہے، اس لیے دیگر اہل فتوی حضرات سے بھی رجوع کرلیا جائے۔

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

محمد نعمان خالد

دارالافتاء جامعۃ الرشید، کراچی

30 محرم الحرام 1440ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۲/۲/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
[illegible]
۵/۲/۱۴۴۰ھ

الجواب صحیح
[illegible]
دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی
۲۷ صفر ۱۴۴۰ھ

دارالافتاء
جامعۃ الرشید
احسن آباد کراچی اسلامی جمہوریہ پاکستان

2145